آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور انکسار

تواضع اور انکساری تکبر کی متضاد صفات ہیں۔عام طور پر تواضع اور انکسار سے یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ ایک صاحب عزت انسان کا اپنے آپ کو تکلف کی راہ سے کم تر یا حقیر خیال کرے، حالانکہ ایسی خلافِ حقیقت بات کو عمدہ خلق قرار نہیں دیا جاسکتا جبکہ تواضع وانکسار ایک اعلیٰ درجے کا خلق ہے۔

انکسار دراصل ایثار کی ایک قسم ہے جو تھوڑی سی تبدیلی سے انکسار کا نام پاتی ہے۔منکسر المزاج وہ نہیں جو نالائق ہو اور پھر اپنی نالائقی کا اعلان کرے، بلکہ فی الحقیقت منکسر المزاج اور متواضع وہ انسان ہوتا ہے جو صاحب فضیلت ہوکر دوسروں کی خوبیوں کے مطالعہ میں ایسا مشغول ہو کہ اپنی لیاقت وفضیلت فراموش کر بیٹھے۔اس خُلق میں خوبی اور حسن یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور تو یہ صحیح ادب کا طریق ہے اور انسانوں کے ساتھ ایسا خُلق اختیار کرنے سے امن قائم ہوتا ہے اور فساد مٹ جاتے ہیں۔

اکثر جھگڑے اس لئے ہوتے ہیں، جب طرفین میں سے ہر فریق اپنے حق پر اڑا رہے۔اگر ان میں سے کوئی ایک اپنے حق کو ترک کردے تو جھگڑے ختم

ہو جائیں۔ پس انکسار دنیا کے امن و امان کے بڑھانے میں زبردست آلہ ہے، جو ایثار کے ساتھ مل کر تمام فساد جڑ سے اکھیڑ دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر پسند نہیں کرتا اور فرماتا ہے ”اور لوگوں کے ساتھ گال پھلا کر بات نہ کرو۔ اور نہ ہی زمین میں اکڑ کر چلو۔ اللہ تعالیٰ ہر اترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا“ (سورۃ بنی اسرائیل: 38) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ جس کے دل میں ایک دانہ کے برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (احمد) [1]

پس امن کی راہ انکساری میں ہے جو حضرت کبریاء کو بہت پیاری ہے۔ سچا منکسر المزاج وہ شخص ہے، جو کام کی اہلیت رکھتا ہو مگر خدا کے جلال پر نظر کرتے ہوئے اپنی کمزوری کا اقراری ہو، لیکن جب کام اس کے سپرد ہو جائے تو پھر پوری ہمت کے ساتھ وہ کام کرے جیسا کہ ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفٰے ﷺ پہلی وحی پر یہ عذر کرتے رہے کہ ”میں پڑھنے والا نہیں ہوں“ مگر جب ذمہ داری سپرد ہوگئی تو اسے اس طرح ادا کیا کہ ایک دنیا کو حیران کر دیا۔

الغرض نزول وحی کا پہلا واقعہ ہی نبی کریمؐ کی منکسرانہ طبعیت پر نہایت عمدہ روشنی ڈالتا ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ انکسار سے آپ کا دل معمور تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد اصلاح خلق کا کام کیا جانے لگا اور حضرت جبریلؑ نے کہا اقرأ (آپ پڑھیئے) تو خدا کے جلال پر نظر کرتے

ہوئے، اپنی لیاقت بھول کر، آپؐ نے انکساری سے فرمایا ''مَا اَنَا بِقَارِئٍ'' کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ نبوت ملنے سے بھی پہلے اپنی کمزوری کا یہ اقرار دراصل وہ اعلیٰ درجہ کا انکسار تھا جو آپؐ کے مزاج کا حصہ اور فطرتِ ثانیہ تھا بجائے اسکے کہ آپ خوشی سے اچھل کر چل پڑتے اور لوگوں میں فخریہ بیان کرتے پھرتے کہ یہ عظیم الشان کام میرے سپرد ہوا ہے۔ آپؐ نے انکسار کا وہ رنگ اختیار کیا جو کبھی کسی انسان نے اس سے پہلے اختیار نہ کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ انکسار دیکھ کر حامل وحی فرشتہ کا دل اُس کامل منکسر المزاج انسان کی محبت کے جوش سے بھر گیا اور اُس نے بے اختیار آپ کو گلے لگا کر اپنے ساتھ چمٹا لیا۔

تین دفعہ فرشتہ نے ''اِقْرَأْ'' کہہ کر پڑھنے کے لئے کہا اور ہر دفعہ وہی کمال انکساری کا جواب پا کر محبت کی آگ اسکے دل میں ایسی شعلہ زن رہی کہ وہ بے اختیار ہو کر آپؐ سے چمٹ جاتا، حتّٰی کہ فرشتہ نے باصرار خدا کی امانت آپ کے سپرد کر دی۔ مگر آپؐ کا انکسار دیکھو کہ (پھر بھی تسلی نہیں ہوتی اور) گھبرائے ہوئے حضرت خدیجہؓ کے پاس جاتے اور فرماتے ہیں۔ مجھے اپنی جان اور زندگی کے بارہ میں خوف ہے۔

اے نبیوں کے سردار! اے تمام کمالات انسانی کے جامع! اے بنی نوع انسان کے لئے ایک ہی رہنما اور ھادی! میری جان آپ پر قربان ہو آپ اب بھی اپنے کمالات سے آنکھیں بند کرتے اور یہی خیال کرتے ہیں کہ میں اس

قابل کہاں کہ اس خدائے واحد لاشریک کے کام کا بوجھ اٹھانے والا بنوں۔

دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقرہ بھی کہ میں اپنی جان پر ڈرتا ہوں تواضع کے عالی مقام پر فائز ہونے کا ثبوت ہے۔ چنانچہ پہلے الہام سے آپ کی گھبراہٹ اس لئے تھی کہ کہیں یہ کلام مجھ پر آزمائش بن کر نہ اترا ہو۔ اس لئے اپنا خوف حضرت خدیجہؓ کے آگے بیان فرمایا۔

حضرت خدیجہؓ نے جو آپؐ کو تسلی دلائی وہ بھی آپؐ کی اعلیٰ درجہ کی انکساری کی گواہی دیتی۔ اس کا حاصل یہ تھا کہ تیرے جیسے کاموں والا انسان ضائع نہیں ہوسکتا کیونکہ آپؐ تو رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں، اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور جو اخلاق فاضلہ دنیا سے اُٹھ گئے ہیں وہ آپؐ قائم کرتے ہیں۔ مہمان کی اچھی طرح سے خاطر کرتے ہیں۔ مصیبتوں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ یہ سب کام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ درجہ کا انکسار ظاہر کرتے ہیں۔ اور ان کے بیان سے حضرت خدیجہؓ کا مطلب یہ تھا کہ آپ پر یہ الہام بطور آزمائش نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام کے طور پر ہے۔ (بخاری)[2]

علامہ قاضی عیاض نے اپنی سیرت کی مشہور کتاب الشفاء میں لکھا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع سب لوگوں سے بڑھ کر اور کبر سب سے کم تھا۔ بعض علماء نے اس پر تنقید کرتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا کہ حضورؐ میں

کبر تھا ہی نہیں۔ ایک پہلو سے یہ بھی درست ہے اور دوسرے پہلو سے علامہ عیاض کی بات بھی قابل فہم نظر آتی ہے، جب اس سے مراد یہ لی جائے کہ آنحضورؐ نے اپنے مقام و منصب کی عظمت کا اظہار کیا بھی ہے تو ارشادِ ربّانی کی تعمیل میں ایسا کیا، ورنہ آپ اپنی خوبی یا نیکی کا اظہار پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ بسا اوقات غائب کے صیغہ میں اُس کا ذکر فرما دیتے تھے۔ تا لوگوں کو نیکی کی تحریک ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اصل کبریائی تو خدائے وحدہٗ لاشریک کو ہی زیبا ہے، لیکن اس کے بعد جن وجودوں پر اس کی عظمت کا پرتو پڑتا ہے، ان کو حکم ملتا ہے کہ اپنے مقام کا اظہار کرو۔ ان کو اپنے خداداد مقام و مرتبہ کا اظہار دنیا پر اتمام حجت کے لئے کرنا پڑتا ہے۔ یہ تواضع حقیقی کے خلاف نہیں ہوتا۔ دراصل تواضع کے موقع پر تواضع کا اظہار ہی اصل خلق ہے۔ چنانچہ ہمارے آقا و مولا شہنشاہ دو عالمؐ کو حسب حکم الٰہی دنیا کو دیگر انبیا کے مقابل پر اپنا امتیازی مقام بتانا پڑا۔ چنانچہ فرمایا

1- ہر نبی اپنی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا مجھے تمام بنی نوع انسان کی طرف بھیجا گیا ہے۔

2- مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملا۔

3- مجھے خاتم النبینؐ بنایا گیا ہے۔ (بخاری)[3]

مگر اتنے عظیم مقام اور مراتب بیان کرتے ہوئے بھی کبھی فخر اور غرور پیدا نہیں ہوا۔ بنی نوع انسان کو خطاب کرتے ہوئے تمام مفاخر کا خلاصہ آپ کا یہ

خوبصورت اعلان تھا۔ اِنَـا سَیِّــدُ وُلْـدِ آدَمَ وَلَا فَـخْـرَ کہ میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں مگر کوئی فخر نہیں کرتا۔(احمد)[4] بلکہ حکم الٰہی کی تعمیل میں اظہار حقیقت کے لئے مجھے یہ کہنا پڑتا ہے۔ یہ تھی رسول اللہ کی تواضع اور انکساری کی دلی کیفیت!

رسول اللہؐ کے قلب مطہر سے بھی اسی پاکیزہ تعلیم کے چشمے پھوٹے اور آپ نے خدا سے علم وعرفان پاکر اپنے تجربہ سے یہ حقیقت آشکار فرمائی۔

مَـا تَـوَاضَـعَ اَحَـدٌ لِـلّٰهِ الاَّ رَفَعَهُ اللّٰهُ کہ بندہ جب خدا کے لئے انکساری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اُس کو رفعت عطا کرتا ہے۔(مسلم)[5]

رسول اللہؐ کی اپنے مولیٰ کے حضور تضرع وابتہال اور عجز ونیاز کا کچھ اندازہ آپ کی اس عاجزانہ مناجات سے بھی ہوسکتا ہے۔ جو آپ نے حجۃ الوداع میں عرفات کی شام میں کی۔

''اے اللہ تو میری باتوں کو سنتا ہے اور میرے حال کو دیکھتا ہے میری پوشیدہ باتوں اور ظاہر امور سے تو خوب واقف ہے۔ میرا کوئی بھی معاملہ تجھ پر کچھ بھی تو مخفی نہیں ہے۔ مَیں ایک بدحال فقیر اور محتاج ہی تو ہوں، تیری مدد اور پناہ کا طالب، سہما اور ڈرا ہوا، اپنے گناہوں کا اقراری اور معترف ہوکر تیرے پاس (چلا آیا) ہوں مَیں تجھ سے ایک عاجز مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں (ہاں!) تیرے حضور میں ایک ذلیل گنا ہگار کی طرح زاری کرتا ہوں۔ ایک اندھے نابینے کی طرح (ٹھوکروں سے) خوف زدہ تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ میری گردن تیرے

آ گے جھکی ہوئی ہے اور میرے آنسو تیرے حضور بہہ رہے ہیں۔ میرا جسم تیرا مطیع ہو کر سجدے میں گرا پڑا ہے اور ناک خاک آلودہ ہے۔ اے اللہ! تو مجھے اپنے حضور دعا کرنے میں بدبخت نہ ٹھہرا دینا اور میرے ساتھ مہربانی اور رحم کا سلوک فرمانا۔ اے وہ! جو سب سے بڑھ کر التجاؤں کو قبول کرتا اور سب سے بہتر عطا فرمانے والا ہے۔ (میری دعا قبول کر لینا)۔'' (ھیثمی) [6]

رسول کریمؐ کو جو بلند مقام عطا ہوا اُس میں تواضع اور انکسار کو بھی بہت دخل تھا۔ چنانچہ حضرت ابوھریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ اسرافیلؑ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی اس تواضع کی بدولت جو آپ نے اسکے لئے اختیار کی یہ انعام عطا کیا ہے کہ آپؐ قیامت کے روز تمام بنی آدم کے سردار ہونگے۔ سب سے اول حشر بھی آپؐ کا ہوگا۔ سب سے پہلے شفیع بھی آپ ہونگے، جو ایک عالم کو اپنی شفاعت کے ذریعہ عذاب الٰہی سے نجات دلائیں گے۔ (الشفاء) [7]

عقل محو حیرت ہے کہ ان تمام بلند مقاماتِ کے حامل انسان کی انکساری کا یہ عالم کہ اپنے اہل خاندان کو مخاطب کر کے فرمایا اے میری پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب اور اے میری لخت جگر فاطمہ میں تم کو اللہ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچا سکتا۔ اپنی جانوں کی خود فکر کرلو۔ (بخاری) [8]

اسی طرح نہایت درجہ انکسار کے ساتھ آپؐ اپنے صحابہ کو یہ سمجھاتے نظر

آتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو اسکے اعمال جنت میں لیکر نہیں جائیں گے۔ صحابہ نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا آپ کے عمل بھی؟

آپؐ نے فرمایا ہاں! مجھے بھی اگر خدا کی رحمت اور فضل ڈھانپ نہ لیں تو میں بھی جنت میں نہیں جا سکتا۔ (مسلم) [9]

حضرت عثمان بن مظعونؓ کی تجہیز و تکفین کے موقع پر جب ایک انصاریہ اُم العلاءؓ نے ان کے بارے میں جذباتی رنگ میں یہ کلمات کہے کہ اے عثمانؓ تم پر اللہ کی رحمتیں ہوں میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا اکرام کیا ہے۔ نبی کریمؐ نے فوراً انہیں ٹوکا اور فرمایا تمہیں کیسے پتہ کہ اللہ نے اس کی عزت کی۔ ام العلاءؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اگر ایسے نیک انسان کا اعزاز و اکرام نہیں تو پھر کس کا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا بس رہنے دو، کسی وفات یافتہ کے لئے محض یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں اس کے لئے خیر و بھلائی کی امید رکھتا ہوں۔ اور خدا کی قسم! میں (باوجودیکہ) اللہ کا رسول ہوں مگر مجھے بھی علم نہیں کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ (بخاری) [10]

نبی کریمؐ فرماتے تھے کہ میں تو عام مزدور سا آدمی ہوں۔ عام انسانوں کی طرح کھاتا پیتا اور اٹھتا بیٹھتا ہوں۔ آپؐ کی گھریلو زندگی بھی اس پر گواہ تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ گھریلو کام کاج میں مدد فرماتے تھے۔ آپ کپڑے خود دھو لیتے تھے، گھر میں جھاڑو بھی دے لیا کرتے، خود اونٹ کو باندھتے تھے، اپنے پانی لانے

والے جانور اونٹ وغیرہ کو خود چارہ ڈالتے تھے، بکری خود دوھتے، اپنے ذاتی کام خود کر لیتے تھے۔ خادم کے ساتھ اس کی مدد بھی کرتے، اُس کے ساتھ مل کر آٹا بھی گوندھ لیتے، بازار سے اپنا سامان خود اٹھا کر لاتے۔ (احمد) [11]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی حسین اخلاق والا نہیں تھا۔ آپؐ کے صحابہ میں سے یا اہل خانہ میں سے جب بھی کسی نے آپؐ کو بلایا تو ہمیشہ آپ کا جواب یہ ہوتا تھا کہ میں حاضر ہوں۔ تب ہی تو قرآن میں اللہ کا ارشاد ہے کہ آپؐ عظیم خلق پر قائم ہیں۔ (الوفاء) [11.a]

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن علی الصبح آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپؐ خود اپنے بیت المال کے اونٹوں کو خود داغ رہے ہیں۔ (ابوداؤد) [12]

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ رسول کریمؐ کے ساتھ بازار گیا، آپؐ کپڑے کی دکان میں گئے اور وہاں سے چار درھم کے کچھ پاجامے خریدے۔ رائج الوقت طریق کے مطابق حضورؐ سے یہ رقم وصول کرنے کے لئے جب وزن کرنے والا چاندی کے سکے تولنے لگا تو آپؐ نے فرمایا کہ پلڑے کو جھکنے دو۔ مقصد یہ تھا دوکاندار کو کچھ زیادہ مل جائے۔ دوکاندار حیران وششدر تھا کیونکہ پہلی دفعہ کسی گاہک نے اس کے فائدہ کی بات کی تھی۔ وہ لپک کر حضورؐ کے ہاتھ چومنے آگے بڑھا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا عجمی لوگ ایسا کرتے ہیں۔ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو تم میں سے ہی ایک فرد ہوں۔ پھر رسول اللہؐ نے

پاجامے خود ہی اٹھا لئے۔ابوھریرہؓ کہتے ہیں کہ میں اٹھانے لگا تو آپؐ نے انکساری کی کیسی خوبصورت تعلیم فرمائی کہ جس کی چیز ہو، وہ اسکو اٹھانے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے، البتہ اگر وہ کمزور وناتواں ہو اور اپنی چیز اٹھانے سے عاجز ہو تو پھر اسکا مسلمان بھائی اسکی مدد کرے۔(ھیثمی)[13]

نبی کریمؐ کو صحابہ کے ساتھ مل جل کر کام کرنا پسند تھا۔مسجد نبوی کی تعمیر میں خود پتھر ڈھوتے رہے۔غزوۂ خندق میں خود کھدائی کرنے اور مٹی اٹھانے میں شامل ہوئے۔(بخاری)[14]

ایک دفعہ صحابہ آنحضورؐ کے ساتھ سفر میں تھے۔ایک جگہ پر پڑاؤ ہوا۔ آنحضورؐ نے فرمایا سب صحابہ میں کام تقسیم کئے جائیں۔تعمیل ارشاد ہوئی۔خیمہ لگانے، کھانا پکانے، پانی لانے وغیرہ کے سب کام تقسیم ہو چکے۔آپؐ نے فرمایا میرے ذمہ کیا کام ہے؟ صحابہ نے عرض کیا حضورؐ ہم آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہیں۔آپؐ تشریف رکھیں۔آپؐ نے فرمایا نہیں میں بھی کام کرونگا۔پھر خود ہی فرمایا آگ جلانے کے لئے لکڑیاں جمع کرنے کا کام ابھی تک کسی کے سپرد نہیں ہوا۔میں یہ کام اپنے ذمّہ لیتا ہوں (میں لکڑیاں جمع کرونگا) اور پھر آپؐ اس مقصد کے لئے جنگل میں چلے گئے۔

نبی کریمؐ کا کھانا پینا اور خوراک ولباس اتنے سادہ تھے کہ اسراف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

نبی کریمؐ نے عام دینوی سرداروں کی طرح اپنی سواری کے جانور کو بھی

کبھی فخر و مباہات کا ذریعہ نہیں بنایا۔آپؐ کی اونٹنی عضباء بہت تیز رفتار تھی۔سب اونٹنیوں سے آگے نکل جاتی تھی۔ایک دفعہ پیچھے رہ گئی تو صحابہ کو اس کا بہت افسوس ہوا۔آپؐ ان کو تسلی دیتے اور فرماتے تھے کہ دنیا کی کوئی بھی چیز جب بلند ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے نیچا دکھاتا ہے۔(بخاری)15

رسول کریمؐلباس کے استعمال میں بھی احتیاط فرماتے کہ عُجب و فخر کا ذریعہ نہ ہو۔صحابہ کو بھی نصیحت فرماتے کہ کپڑے لٹکا کر چلنا کبر کی نشانی ہے۔اس سے بچنا چاہیے۔جمعہ عید اور مہمانوں یا وفود کی آمد پر شایانِ شان مناسب لباس بھی پہنتے تھے مگر کبھی بڑائی کا اظہار مقصود نہ ہوا۔

آپؐ صرف ضرورت کے وقت لباس خریدتے تھے۔غرباء کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے تھے۔بسا اوقات ایسا ہوا کہ اپنی ضرورت کے کپڑے بھی مستحقین کو دے دیئے۔

ایک دفعہ ایک کم سن لونڈی کو بازار میں روتے دیکھا جو گھر کے مالکوں کا آٹا خریدنے نکلی تھی مگر درہم گم کر بیٹھی۔آپؐ نے اُسے درہم بھی مہیا کئے اور اُس کے مالکوں کے گھر جا کر سفارش بھی کی۔جنہوں نے حضورؐ کی آمد پر خوش ہو کر اسے آزاد کر دیا۔(ھیثمی)16

غزوۂ بدر میں سواریاں کم تھیں۔ایک سواری میں کئی اصحاب شریک تھے۔رسول اللہؐ کے حصہ میں جو اونٹ آیا اس میں دو ساتھی اور شامل تھے۔انہوں

نے عرض کیا کہ حضورؐ اونٹ پر سوار ہو جائیں ہم پیدل چلیں گے۔ آپؐ فرماتے نہیں ہم باری باری سوار ہونگے نہ تم مجھ سے زیادہ طاقتور ہو کہ تم پیدل چلو اور میں سوار ہوں اور نہ تمہیں ثواب اور اجر کی مجھ سے زیادہ ضرورت ہے کہ تم چل کر ثواب حاصل کرو اور میں اس سے محروم رہوں۔ (احمد) 17

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے اصحاب کی عیادت کیلئے خود تشریف لے جاتے تھے۔ اپنے یہودی غلام کی عیادت کو بھی تشریف لے گئے۔ آپؐ غریب اور مسکین لوگوں کے ساتھ بیٹھنے اور مجلس کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے۔ ایک غریب حبشی لونڈی جو مسجد میں جھاڑو دیتی تھی، فوت ہوگئی۔ صحابہ نے شاید اُسے حقیر جانتے ہوئے رات کے وقت حضورؐ کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور اسے دفن کر دیا۔ حضور ﷺ کو پتہ چلا تو فرمایا مجھے کیوں اطلاع نہ کی؟ پھر آپؐ نے اس عورت کی قبر پر جاکر دعائے مغفرت کی۔ (مسلم) 18

رسول کریمؐ اکثر یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھنا اسی حالت میں موت دینا اور قیامت کے دن مسکینوں کی جماعت میں سے اٹھانا۔ (ترمذی) 19

آنحضورؐ صحابہ کے ساتھ گھل مل کر بیٹھتے تھے۔ اس انکسار کی وجہ سے بعض دفعہ کوئی اجنبی یا مسافر آپکو پہچان نہ سکتا تھا کہ آپؐ مجلس میں کہاں تشریف فرما

ہیں۔صحابہ نے درخواست کر کے مٹی کا ایک چبوترہ آپؐ کے لئے بنادیا تاکہ آنیوالے مہمان آپؐ کو نمایاں طور پر پہچان لیں۔آپؐ کبھی اس چبوترے کے اوپر بیٹھ جاتے تھے اور کبھی انکسار سے اس کے پہلو میں ہی بیٹھ جاتے۔

ایک دفعہ آنحضورؐ مجلس میں صحابہ کے درمیان ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ ایک شتر سوار بدو آیا، اس نے مسجد کے ملحقہ حصے میں اونٹ بٹھایا، اسکا گھٹنا باندھ کر، سادگی سے پوچھنے لگا بھئی! تم میں محمدؐ کون ہے؟ صحابہ نے جواب دیا، یہ سفید رنگ کے جو ٹیک لگائے بیٹھے ہیں محمدؐ ہیں۔وہ بدو آپؐ کی خاندانی نسبت سے بلا کر یوں مخاطب ہوتا اور کہتا ہے! اے عبدالمطلب کے بیٹے! ہمارے آقا کمال تواضع اور انکسار سے جواب دیتے ہیں ’’میں حاضر ہوں۔‘‘

وہ بدو (اس جواب سے اور حوصلہ پا کر) کہنے لگا۔ میں آپؐ سے کچھ سوال کرتا ہوں اور سوال میں ذرا سختی کرونگا۔آپ مجھ پر ناراض نہ ہوں۔اندازہ کیجئے کہ بدو کی ایسی درشتی کیسی ہوگی؟ جس کا اُسے خود بھی احساس ہو کہ وہ ناراض کرسکتی ہے۔آنحضورؐ کمال حوصلہ اور تحمل سے فرماتے ہیں کہ جو چاہو پوچھو تب وہ بدو آپؐ کو آپ کے رب کی قسم دیکر سوال پوچھتا ہے اور حضورؐ اسے نہایت انکسار سے جواب دیتے چلے جاتے ہیں۔یہاں تک کہ اس کی تسلی ہوگئی۔(بخاری)20

آپؐ تواضع اور انکساری کے باعث اپنی تعریف پسند نہیں فرماتے تھے۔حد سے زیادہ تعریف کرنے والے کو ٹوک دیتے۔صحابہ اور امت مسلمہ کو بھی

یہی تعلیم دی کہ میری تعریف میں اس طرح مبالغہ سے کام نہ لینا۔ جس طرح عیسائیوں نے مسیح ابن مریم کی ناجائز تعریف کر کے مبالغہ کیا۔ فرماتے تھے کہ دیکھو! میں تو خدا کا ایک بندہ ہوں۔ پس مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہو۔ یہی کافی ہے۔ (بخاری) [21]

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا اے محمدؐ! ہم میں سب سے بہترین اور اے ہم میں سے سب سے بہترین لوگوں کی اولاد! اے ہمارے سردار اور اے ہمارے سرداروں کی اولاد! آپؐ نے سنا تو فرمایا کہ دیکھو تم اپنی اصلی بات کہو اور کہیں شیطان تمہاری پناہ نہ لے۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ میرا مقام اس سے بڑھا چڑھا کر بتاؤ، جو اللہ نے مقرر فرمایا ہے۔ (احمد) [22]

ربیع بنت معوذؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ میری شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ لڑکیاں ڈھولک کی تھاپ پر گانے گا رہی تھیں۔ جن میں شہید ہونے والے میرے آباء واجداد کا قصیدہ بھی تھا۔ اچانک ان میں سے ایک لڑکی نے حضورؐ کو دیکھ کر فی البدیہہ یہ مصرع کہہ دیا۔

وَفِیْنَاَ نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَافِیْ غَدٍ

یعنی ہمارے اندر ایسا نبی موجود ہے جو جانتا ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فوراً ٹوک دیا اور فرمایا یہ رہنے دو اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔(بخاری) 23

اس میں کیا شک ہے کہ نبی کریمؐ نے آئندہ کے بارہ میں بے شمار سچی پیشگوئیاں فرمائیں ہیں، جو اپنے وقت پر پوری بھی ہوئیں مگر جب ایک بچی نے ایسا کہنا چاہا تو مبالغہ کے ڈر سے اسے روک دیا۔

رسول کریمؐ نے اپنا مقام ایک ''بشر'' انسان کے طور پر ہمیشہ پیش فرمایا، جسے خدا تعالیٰ نے اپنی وحی سے سرفراز فرما کر نبوت کا مقام عطا کیا۔ جتنا علم آپؐ کو اللہ کی طرف سے ہوتا، آپؐ اس کا اظہار فرما دیتے تھے۔ کوئی کمزوری ہوتی تو اسے اپنی بشریت کی طرف منسوب فرماتے۔

حضرت رافع بن خدیجؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کھجور کے درختوں کا ''بور'' (ذرات) مادہ پر بکھیر کر جفتی کا عمل (Polination) کرتے تھے۔ آپؐ نے پوچھا کہ یہ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا دستور ہے۔ آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو تو شاید بہتر ہو۔ اس پر انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا جس کے نتیجہ میں اس سال کھجور کا پھل کم پڑا۔ صحابہ نے نبی کریمؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا میں بھی ایک انسان ہوں۔ میں دین کی جس بات کا حکم دوں اسے اختیار کرو اور اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو میری رائے ایک عام انسان جیسی سمجھو نیز فرمایا کہ دنیا کے معاملات تم بہتر جانتے ہو۔(مسلم) 24

بعض دفعہ آپؐ نماز میں بھول گئے تو فرمایا میں بھی تمہاری طرح انسان ہی ہوں۔جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھول سکتا ہوں۔(ابوداؤد)25

رسول کریمؐ عاجزی سے بھری ہوئی یہ دعا بھی کرتے تھے اے اللہ میں ایک انسان ہوں جس طرح ایک عام آدمی کو غصہ آجاتا ہے۔مجھے بھی غصہ آتا ہے۔پس اگر کسی مومن بندے کے خلاف میں کوئی بددعا کروں تو اس بددعا کو اس شخص کے حق میں پاکیزگی برکت کا ذریعہ بنا دینا۔(احمد)26

اے اللہ! میں ایک انسان ہی ہوں۔اگر میں نے کسی مومن کو کوئی ایذا دی ہو یا بُرا بھلا کہا ہو تو اس بارہ میں مجھ سے بدلہ نہ لینا اور معاف فرما دینا۔(احمد)27

حضرت ابوامامہؓ باہلی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔آپ اپنی چھڑی کو ٹیکتے ہوئے چلے آرہے تھے۔ہم نے آپؐ کو دیکھا تو آپؐ کے احترام کی خاطر کھڑے ہوگئے۔آپؐ نے فرمایا جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں۔تم اس طرح میری خاطر کھڑے نہ ہوا کرو۔(ابوداؤد)28

دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جابر بادشاہوں کی طرز پر جبراً رعایا سے اپنی تعظیم کروانی پسند نہیں فرمائی، جو تعظیم نہ کرنیوالوں کو عبرتناک سزائیں دیتے تھے۔گویا آپؐ نے عقیدت و احترام کی خاطر کھڑے ہونا صحابہ کے لئے اختیاری امر قرار دیا، جیسے رسول اللہؐ خود حضرت فاطمہؓ کے آنے پر ازراہ محبت کھڑے

ہو جایا کرتے تھے۔

چنانچہ غزوہ بنو قریظہ میں جب حضرت سعدؓ اپنی خچر پر سوار ہو کر ثالثی فیصلہ کرنے آئے تو آپؐ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ اپنے سردار کے اعزاز کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔ گویا عزت کے لئے کھڑے ہونا منع نہیں۔ اس کے باوجود یہ آپؐ کی کمال درجہ کی خاکساری تھی کہ بادشاہ ہو کر بھی اپنی ذات کے لئے شاہانہ انداز پسند نہ فرماتے تھے۔

حضرت ابو مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضورؐ کے پاس ایک شخص آیا آپ اس سے گفتگو فرما رہے تھے۔ دریں اثنا اس پر آپ کے رعب و ھیبت سے کپکپی طاری ہو گئی۔ آپؐ اسے فرمانے لگے۔

’’اطمینان اور حوصلہ رکھو۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں میں کوئی (جابر) بادشاہ تھوڑا ہوں۔ میں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔ (ابن ماجہ) [29] الغرض آپؐ کی طبیعت جابرانہ نہیں منکسرانہ تھی۔ اللہ کی رحمت خاص نے آپ کا دل نرم کر دیا تھا۔

حضرت مسور بن مخرمہؓ اپنے والد مخرمہؓ (جو آنکھوں سے معذور تھے) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ کہنے لگے مجھے پتہ چلا ہے کہ نبی کریمؐ کے پاس کچھ قمیصیں آئی ہیں آؤ ہم بھی لینے جائیں۔ ہم گئے تو نبی کریمؐ گھر میں تھے مجھے ابا نے کہا کہ بیٹے حضورؐ کو آواز دو۔ مجھے یہ بات عجیب لگی کہ رسول اللہؐ کو باہر سے آواز دیکر بلاؤں۔ والد کہنے لگے بیٹے! نبی کریمؐ ہرگز سخت گیر نہیں

ہیں تم بے شک آواز دے کر بلاؤ۔ میں نے بلایا تو آپؐ تشریف لائے۔ ایک ریشمی قمیص آپ کے پاس تھا۔ جس پر سونے کے بٹن تھے، آپؐ فرمانے لگے مخرمہؓ! ہم نے پہلے ہی یہ قمیص آپ کے لئے بچا کر رکھ لیا تھا۔ (بخاری) 30

آنحضورؐ محتاجوں اور معذوروں کے ساتھ ان کی سطح پر اتر کر محبت اور نرمی سے پیش آتے۔ مدینہ کی دیوانی اور مجنون عورت بھی اسی طرح آپؐ کی شفقت کی مورد ہوتی جس طرح کوئی اور۔ وہ آپ کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جا کر آپ کو اپنی بات سنانا چاہتی ہے اور حضورؐ بخوشی اس کی خواہش پوری کرتے ہیں۔ (بخاری) 31

رسول کریمؐ غرباء کی ضروریات توجہ سے سنتے اور ان کے لئے دعا کرتے۔ ایک حبشی لونڈی مرگی کے دوروں کا شکار تھی۔ آپ کی دعا کا آسرا ڈھونڈھ کر آئی اور درخواست دعا کی۔ آپؐ نے اُسے بھی حقیر نہیں جانا اور اُسے تسلی دی اور اس کے لئے دعا کی۔ (الشفاء) 32

ایک نابینا حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ حضورؐ میرے لئے دعا کریں کہ میری بصارت لوٹ آئے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم کہو تو میں دعا کر دیتا ہوں اور اگر چاہو تو صبر کرو اور میرے خیال میں یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ جب نابینا نے دعا پر ہی زور دیا تو آپؐ نے اُسے ایک دعا سکھائی۔ (ترمذی) 33

کسی ضرورت مند کو دیکھ کر آپؐ کا دل اس کی مدد کیلئے رحم سے بھر جاتا

ہے۔

ایک دفعہ نماز پر جاتے ہوئے ایک ناتجربہ کار بچے کو جانور کی کھال اتارتے دیکھتے ہیں۔آپؐ اس کا درست طریق خود کھال اُتار کر اسے سمجھاتے ہیں اور پھر آگے نماز پر تشریف لے جاتے ہیں۔(ابن ماجہ) 34

اپنے کم سن غلام زادے اسامہؓ کی ناک بہتی دیکھتے ہیں تو خود صاف کرنے کو آگے بڑھتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پیالے میں ڈالا۔اپنے ساتھ اُسے کھانا کھلایا اور فرمایا اللہ پر توکل اور بھروسہ کرتے ہوئے کھاؤ۔(ترمذی) 35

حضرت عمرؓ نے عمرہ پر جانے کے لئے اجازت چاہی تو اجازت دیدی اور کمال انکسار سے فرمایا۔اے بھیا! ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا۔حضرت عمرؓ کہتے ہیں مجھے اس بات سے اتنی خوشی ہوئی کہ ساری دنیا بھی مل جائے تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔(ابوداؤد) 36

تواضع و انکسار کا یہی عملی سبق نبی کریمؐ نے اپنے صحابہ کو دیا۔قرآن شریف نے بھی ان غلامانِ محمدؐ کی تعریف کی اور فرمایا کہ ان کی عاجزی کے اصل جوہر تب کھلتے ہیں، جب بارگاہ الوہیت میں ان کی گردنیں خم ہوتی اور جبینیں اس کی چوکھٹ پر سربسجود ہوتی ہیں۔انکسار کے ان پتلوں کی یہ کیفیت دراصل رضائے

باری کے حصول کی خاطر ہوتی ہے، جہاں خدا کی مرضی شدت وصلابت کے اظہار کی ہو وہاں طاقت وشوکت ظاہر کرتے اور جہاں تواضع کا اظہار مقصود ہو انکساری دکھاتے ہیں۔ گویا ان میں اپنے محل اور موقع پر تواضع دکھانے کا خلق پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

یہی سبق رسول اللہؐ نے اپنے صحابہ کو دیا تھا۔ جب حدیبیہ کے اگلے سال کے موقع پر صحابہ مکہ میں عمرہ کرنے آئے۔ کفار مکہ کی ایک گھاٹی سے مسلمانوں کو طواف کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ مکہ میں مشہور ہو چکا تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ کے بخار نے کمزور اور انکی کمروں کو خم کر دیا ہے۔ نبی کریمؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ جہاں سے مشرک مسلمانوں کو طواف کرتے دیکھ رہے تھے وہاں وہ دوڑ کر طواف کریں اور باقی چکر میں بے شک پیدل چلیں۔ (بخاری) 37

ایک صحابی اس موقع پر طواف کرتے ہوئے جب کفار کے سامنے سے گزرے تو ان کے مقابل پر مضبوطی کے اظہار کے لئے اکڑ کر چلتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ عام حالات میں تو اکڑ کر چلنے کا یہ انداز خدا کو پسندیدہ نہیں۔ مگر آج تمہارا یہ انداز خدا کو بہت بھلا اور پیارا لگا۔ کیونکہ آج تم دشمنانِ اسلام کے مقابل پر مسلمانوں کی شدت کا اظہار کرنے کے لئے ایسا کر رہے ہو۔ (ھیثمی) 37A

دنیا میں بڑائی کے اظہار کے ذریعے طاقت وحکومت مال و دولت، علم وفضل اور عزت و وجاہت مانے جاتے ہیں۔ نبی کریمؐ نے یہ تمام نعمتیں پائیں

مگر تکبر کو پاس تک نہیں پھٹکنے دیا۔ ہمیشہ تقوی اور خدا خوفی کو عزت وتکریم کا حقیقی معیار قرار دیا۔

آپؐ کے پاس مال آیا تو اُسے بے دریغ خدا کی راہ میں خرچ کیا۔کوئی پیسہ جمع نہیں کیا۔کوئی محل نہیں بنوایا۔کوئی دربار نہیں سجایا۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے بھی یہی نعرہ بلند کیا کہ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ الْمُعْطِیْ ’’یہ سب خدا کی عطا ہے۔ میں تو محض تقسیم کرنیوالا ہوں۔‘‘ (بخاری) 38

آپ کو خدائے علّام الغیوب نے علم عطا فرمایا کہ دریا بہا دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھے خدا نے وہ سکھایا جو تو نہیں جانتا تھا اور اس لحاظ سے اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے۔ (سورۃ النساء:114)

رسول اللہؐ کو علم ومعرفت کی اس فراوانی کے باوجود کبھی علم کے تکبر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا، بلکہ جتنا علم بڑھتا گیا خدا کے حضورؐ اتنے ہی جھکتے چلے گئے۔ مدینہ کے یہودی جو علمی لحاظ سے بھی آپ کے بڑے حریف تھے۔جن کو صبح و شام یہ قرآنی چیلنج دیئے جاتے تھے کہ قرآن کے مقابل ایک آیت ہی پیش کر دکھاؤ۔ وہ بسا اوقات آکر اپنی طرف سے مشکل سوال کرتے۔رسول کریمؐ قرآنی اخلاق کے مطابق لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ (سورۃ بنی اسرائیل:37) پر عمل کر کے دکھاتے یعنی جس بات کا تجھے علم نہیں اس موقف کو اختیار نہ کر۔خود فرماتے تھے کہ یہ بھی انسان کے علم کی نشانی ہے کہ جس بات کا پتہ نہ ہو صاف کہہ دے کہ مجھے اسکا علم نہیں۔ (بخاری) 39

ایک دفعہ آپؐ مدینہ کے ایک ویرانے سے گزر رہے تھے۔ یہود کی ایک جماعت کا بھی ادھر سے گذر رہوا، وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ان سے روح کے متعلق سوال پوچھو۔ بعض نے کہا مت پوچھو کیونکہ ایسا سخت جواب دیں گے جو تمہیں پسند نہ آئے گا۔ بعض نے پوچھنے پر اصرار کیا۔

چنانچہ ایک شخص نے روح کے بارہ میں سوال پوچھا تو حضورؐ خاموش ہو گئے۔ عبداللہؓ بن مسعود کہتے ہیں میں نے سوچا کہ آپؐ کی طرف وحی ہو رہی ہے۔ جب یہ کیفیت دور ہوئی تو آپؐ نے (سورۃ بنی اسرائیل آیت:86 کی تلاوت فرمائی۔ جس میں اس سوال کا جواب ہے۔ (بخاری) 40 گویا جب تک خدا کی طرف سے جواب عطا نہ ہوا آپؐ نے خاموشی کو عار نہیں سمجھا۔

انسان کو سب سے بڑا تکبر حکومت و طاقت کے بل بوتے پر ہوتا ہے۔ مگر ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی عجیب شان ہے کہ سب سے زیادہ انکسار اس موقع پر دکھایا۔ جب زندگی کی سب سے بڑی فتح اپنے سب سے بڑے دشمن مشرکین مکہ پر حاصل ہوئی۔

مکہ آپ کا پیارا وطن تھا جہاں سے بزور شمشیر آپؐ کو نکالا گیا۔ مگر خدا کی شان کہ جلاوطنی کے صرف آٹھ سال بعد اُس شہر میں جب آپ فاتحانہ شان سے داخل ہوئے تو دس ہزار صحابہ کا لشکر آپ کے جلو میں تھا۔ آپؐ چاہتے تو ایسی ظاہری شان و شوکت اور ہیبت سے مکہ میں داخل ہوتے کہ اہل مکہ کے دل بیٹھ

جاتے ۔مگر خدا کا یہ متواضع بندہ کس شان انکسار سے شہر مکہ میں داخل ہوا۔مفتوح قوم کے لوگ جوق در جوق فاتح شہر کو دیکھنے نکلے تو وہاں عجیب نظارہ تھا۔رسول اللہؐ کسی اعلیٰ درجہ کے گھوڑے پر نہیں بلکہ ایک اونٹ پر سوار تھے اور کسی فخر یا تکبر کا تو کیا ذکر تواضع اور انکسار کی وجہ سے آپؐ کی گردن جھکی ہوئی تھی اور جھکتی چلی جارہی تھی ۔ یہاں تک کہ آپؐ کی پیشانی اونٹ کے پالان کی لکڑی کو چھونے لگی ۔آپؐ اپنے مولیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجالا رہے تھے۔آپؐ کی زبان اس وقت خدا کی عظمت کے گیت گا رہی تھی ۔ سچ پوچھو تو اس وقت آپ کی پیشانی کا جھکنا تو انکسار کی محض ایک ظاہری علامت تھی ۔ فی الحقیقت اس وقت آپؐ کے جسم کا رؤاں رؤاں خدا کے حضور سجدہ شکر بجالا رہا تھا۔(ابن ھشام) 41

یہ تھا دنیا کا عظیم فاتح ،دنیا کا شہنشاہ مگر بیک وقت متواضع اور منکسر المزاج انسان ۔ یہ تو آپؐ کی فتح کا موقع تھا۔آپؐ کا تو دستور تھا کہ ہر سفر میں ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے بھی اللہ اکبر پڑھتے جس میں یہ پیغام ہوتا تھا۔اللہ سب سے بڑا ہے سب بلندیاں اصل میں اسی کو زیبا ہیں ۔(بخاری) 42

یہ ہے تواضع اور انکسار میں شاہ دو جہاں کا اسوۂ حسنہ جو آپ نے عرب کے اس دور میں دکھایا جسے فخر ومباہات اور اظہار کبر وغرور کا دور کہا جا سکتا ہے، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عربوں کے جملہ اوصاف واخلاق تفاخر کے گرد گھومتے تھے، وہ جنگ کرتے تھے تو نام پیدا کرنے کے لئے ،مہمان نوازی کرتے تھے تو

شہرت کی خاطر، سخاوت کرتے تھے تو نمود کے لئے، وہ اپنی ناک رکھنے اور جھوٹی عزت کی خاطر جان کی بازی لگا دینے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے، اسی ذاتی وجاہت اور خاندانی عزت کے جھوٹے کبر کا نتیجہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں ادنیٰ سی بات پر شروع ہونے والی جنگیں سالہا سال چلیں۔ نبی کریمؐ نے اس معاشرہ کو خاکساری کا درس اور عملی نمونہ دیا تھا۔

آپ سردار انبیاء ٹھہرائے گئے مگر تواضع ایسی کہ ہمیشہ دیگر انبیاء کی شان بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی فرماتے ہیں نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّکِ مِنْ اِبْرَاھِیْمَ کہ ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حضور اطمینان قلب کے لئے احیاء موتی کا جو نشان مانگا تھا اگر وہ شک تھا تو پھر ہم اس شک کے زیادہ حقدار ہیں۔ (بخاری) 43

ایک دفعہ کسی نے آپؐ کو یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ کہہ کر پکارا۔ یعنی اے مخلوق کے بہترین وجود! آپؐ نے فرمایا وہ تو ابراہیم علیہ السلام تھے۔ (احمد) 44

کبھی حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے آپؐ فرماتے ہیں اللہ لوط علیہ السلام پر رحم کرے، کیسے مشکل اور کٹھن حالات سے گزرے ہونگے کہ اللہ کی مضبوط پناہ کو تلاش کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے اَوْ آوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ یعنی یا میں کسی مضبوط پناہ کی تلاش کروں۔ (بخاری) 45

کبھی حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر ہم یوسف کی جگہ قید میں رہے ہوتے تو شاہی قاصد کا قید سے آزادی کا پیغام سن کر فوراً

اس کے ساتھ چل پڑتے۔مگر یوسف علیہ السلام نے الزام تراش عورتوں سے اپنی براأت آنے تک انتظار کیا۔(بخاری)46

اس زمانہ میں نینوا کی بستی میں حضرت یونسؑ کے ماننے والے موجود تھے۔سفر طائف میں رسول اللہؐ کو نینوا کا ایک باشندہ ملا، جو آپؐ سے حضرت یونس علیہ السلام کا نام سن کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا تھا۔قرآن شریف میں حضرت یونس علیہ السلام کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَکَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ (سورۃ القلم:50)

یعنی اگر اس (یونس) کے رب کی ایک خاص نعمت اسے بچا نہ لیتی تو وہ چٹیل میدان میں اِس طرح پھینک دیا جاتا کہ وہ سخت ملامت زدہ ہوتا۔اس بیان سے کسی غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لئے نبی کریمؐ نے حضرت یونسؑ کی عزت اور مقام کا بھی لحاظ کیا اور ازراہ تواضع فرمایا مجھے یونس بن متّٰی پر بھی فضیلت نہ دو۔(بخاری)47

یہی ہدایت آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں دی اور ایک ایسے موقع پر دی جب ایک یہودی کا مسلمان سے تنازعہ ہوگیا۔جس میں یہودی کی بظاہر سراسر زیادتی تھی کہ سر بازار سودا فروخت کرتے ہوئے ایک مسلمان کو چڑاتے ہوئے کہا کہ اس خدا کی قسم جس نے موسیٰ کو دیگر انبیاء پر فضیلت دی۔ مسلمان نے کہا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی؟ اس نے کہا ہاں۔مسلمان نے

اُسے تھپڑ رسید کر دیا۔ یہودی مقدمہ لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ و فساد فرو کرنے کے لئے ایثار کرتے ہوئے ،کمال انکساری سے فرمایا اور لَا تُفَضِّلُو نِیْ عَلٰی مُوْسٰی۔ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ (بخاری)[48]

الغرض ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم امن و آشتی کے وہ پیامبر ہیں جنہوں نے فتنہ دور کرنے اور قیام امن کی خاطر اپنی ذات کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کیا۔ آپؐ نے تواضع سے اپنا وجود ایسا مٹا کر دکھا دیا کہ آپ کا رفع ساتویں آسمان سے بھی آگے سدرۃ المنتہیٰ تک ہوا۔

بلاشبہ آج کی مادیت پرست دنیا میں قیام امن کا ایک راز یہی انکسار ہے اور کبر و نخوت کے عفریت سے رہائی کا ایک بڑا ذریعہ بھی یہی بھاری خلق ہے۔ جس میں اسوہ رسول کو مشعل راہ بنا کر انسان بلند دینوی و روحانی ترقیات حاصل کرسکتا ہے۔

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

حواله جات

1 مسند احمد بن حنبل جلد1 ص[illegible] بیروت

2 بخاری بدء الوحی

3 بخاری کتاب التمیم باب قول الله فلم تجدوا ماء فتیمموا سعیدا طیبا[illegible]

4 مسند احمد جلد2 ص[illegible]

5 مسلم کتاب البروالصلة باب استحباب العفووالتواضع[illegible]

6 مجمع الزوائد هیثمی مطبوعه بیروت جلد ۳ صفحه ۲۵۲ و طبرانی جلد ۱۱ صفحه ۱۷۴ بیروت

7 الشفاء قاضی عیاض جلد1 ص[illegible] مطبوعه بیروت

8 بخاری کتاب التفسیر سوره الشعراء زیر آیت وانذر عشیرتک الاقربین

9 مسلم کتاب صفة القیامه والجنة والنارباب لن یدخل أحد الجنة بعمله[illegible]

10 بخاری کتاب الجنائز باب الدخول علی میت بعدالموت[illegible]

11 مسند احمد جلد6 ص[illegible] بیروت، اسد الغابه جلد1 ص[illegible] ومشکوة ص[illegible]

11a الوفاء باحوال المصطفیٰ از علامه ابن جوزی ص[illegible] مطبوعه بیروت

12 ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی وسم الدواب[illegible]

13 مجمع الزوائد جلد5 ص[illegible] بیروت

14 بخاری کتاب المغازی باب غزوة الاحزاب

15 بخاری کتاب الرقاق باب التواضع

16 مجمع الزوائد از علامہ ھیثمی جلد 9 ص 14 مطبوعہ بیروت

17 مسند احمد جلد 1 ص 42 بیروت

18 مسلم کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی القبر 18

19 ترمذی کتاب الزھدباب ماجاء ان فقراء المھاجرین یدخلون الجنۃ 25

20 بخاری کتاب العلم باب القراءۃ والعرض علی المحدث

21 بخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ واذکرفی الکتاب مریم

22 مسنداحمدجلد 3 ص 240 مطبوعہ مصر

23 بخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ 40

24 مسلم کتاب الفضائل باب وجوب امتثال امرہ

25 ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب اذا صلی خمساً

26 مسند احمد جلد 6 ص 52 مطبوعہ بیروت

27 مسند احمد جلد 6 ص 28 مطبوعہ بیروت

28 ابوداؤد کتاب الادب باب فی قیام الرجل للرجل

29 ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب القد ید

30 بخاری کتا ب اللباس باب المزرر بالذھب

31 بخاری کتاب الادب باب الکبر 50

32 الشفا للقاضی عیاض جز ثانی ص 111

33 ترمذی کتاب الدعوات باب

34 ابن ماجہ کتاب الاضاحی باب السلخ

35 ترمذی کتاب الاطعمہ باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم 13

36 ابو داؤد کتا ب الصلوۃ باب الدعاء

37 بخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء

3A مجمع الزوائد جلد6 ص19 بیروت

38 بخاری کتاب الفرض الخمس باب قول اللّٰہ فان اللہ خمسہ وللرسول28

39 بخاری کتاب العلم

40 بخاری کتاب التفسیر باب قول اللہ وما اوتیم من العلم

41 السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 4 صفحہ91 مطبوعہ بیروت

42 بخاری کتاب الدعوات باب الدعا ء اذا ارادسفرا ۔53

43 بخاری کتاب التفسیر سورۃ البقرہ باب واذقال ابراھیم رب ارنی43

44 مسند احمد جلد3 ص18

45 بخاری کتاب التفسیر سورۃ یوسف فلما جاء ہ الرسول قال ارجع الی ربک

46 بخاری کتاب التفسیر سورۃ یوسف فلما جاء ہ الرسول قال ارجع الی ربک

47 بخاری کتاب الانبیاءؑ باب قول اللہ وان یونس لمن المرسلین

48 بخاری کتاب الانبیاء باب وفاۃ موسیٰ و باب ان یونس